ڈاکٹر مزمل بھٹی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور
شعیبہ معید
پی ایچ - ڈی سکالر

بہاول پور میں ادب کی ترویج میں ادبی انجمنوں کی روایت

Located in the province of Punjab, Bahawalpur is the twelfth largest city of Pakistan. The city was once the capital of the former princely state of Bahawalpur. It has remained a center of educational and literary activitiesfor long and has a dynamic record in literature and culture,encompassing centuries old traditions. Literary societies had also been devotedly playing their due role of promoting literature in the area. This evaluative study reviews the role of various literary societies in promoting literature in Bahawalpur.

زندگی کا کوئی شعبہ ہو یا فکر وفن کی دنیا۔ اس میں تنظیم اور نظم کی حیثیت نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ تنظیم کسی بھی شعبہ کی ترقی اور استحکام میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ ادب کے فروغ میں ادب کی ترویج سے متعلق تنظیموں اور انجمنوں نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اہل قلم نے قرطاس وقلم سے تعلق رکھنے والوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ادبی سرگرمیوں کو تسلسل کے دائرے میں لانے کے لئے ادبی انجمنوں کی ضرورت کو محسوس کیا اور ادب تخلیق کرنے والوں کو جمع کر کے ادبی تنظیموں کا سلسلہ شروع کردیا۔ برصغیر میں ادبی انجمنوں نے فروغ ادب میں جو کردار ادا کیا اس کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے بھی تنظیم کی اپنی اہمیت اور افادیت ہے۔ جہاں تک ادبی تنظیموں کا تعلق ہے ان کے زیر انتظام مشاعرے منعقد کئے جاتے ہیں اور ادبی نشستوں میں اہل قلم کی تازہ تخلیقات پر اہل قلم ہی رائے دیتے ہیں، تنقید کی جاتی ہے اور بہترین ادبی صلاحیتوں کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ اور نئے اور پرانے لکھنے والوں کے لئے یہ تحسین حوصلہ افزاء ثابت ہوتی ہے۔ ادب کے میدان میں نئے آنے والوں کی نہ صرف تربیت ہوتی ہے بلکہ وہ آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی پاتے ہیں۔ بہاول پور کی ادبی تاریخ میں ایسی ہی تنظیموں کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل رہا ہے۔ نامور شاعروں اور ادیبوں نے ادب کے قافلے کی پیش رفت کو یقینی بنانے کے لئے ادبی تنظیموں کی داغ بیل ڈالی اور ان تنظیموں نے فروغ ادب کی تحریک کی شکل اختیار کرلی۔

بہاول پور میں ادبی تنظیموں کی تاریخ اور کردار کے بارے میں مسعود حسن شہاب کی رائے ہے:

”بہاول پور میں ادبی انجمنوں کی تاریخ تو بہت پرانی نہیں لیکن ایسی سماجی اور معاشرتی انجمنوں کا کافی قدیم سے سراغ ملتا ہے جو معاشرتی بہبود کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی رہی ہیں۔ اور ان کی وجہ سے اُردو کے رواج اور مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ پہلے ایسی انجمنوں کا نام نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ جہاں چند احباب کے مل بیٹھنے کی صورت پیدا ہوتی وہیں ایک بے نام انجمن کی داغ بیل پڑجاتی۔ آپس میں میل ملاپ کا ذریعہ معاشرتی ضرورتیں ہی

ہوتی ہیں۔لیکن ظاہر ہے کہ جب ہم خیال اور ہم مذاق لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے تو اپنے مذاق کی بات کریں گے اس لئے یقینی امر ہے کہ شعروادب سے دلچسپی جو اس خطہ کی قدیم روایات میں شامل ہے آپس میں ملنے کا ایک ذریعہ بھی ہوگا۔''[۱]

خطہ بہاول پور کی ادبی تاریخ قابل رشک ہے۔ یہاں کے اہل قلم کے علاوہ دوسرے علاقوں سے آنے والے ادیبوں اور شاعروں نے ادب کی خدمت کی اور جس زمانے میں اُردو ادب ارتقائی مراحل سے گزر رہا تھا بہاول پور میں بھی ادب قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ اس دور میں اخبارات کا اجراء ہوا۔صحافت کی بنیاد پڑی تو صحافت کے ساتھ ادب کا نیا سفر بھی شروع ہوگیا۔ اخبارات اور جرائد فروغ ادب کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوئے۔ اخبارات ورسائل کے ساتھ کتابوں کی طباعت بھی اس سفر میں شریک رہی۔ اخبارات، رسائل اور کتابوں کے علاوہ ادبی تنظیموں نے بہاول پور میں ادب کی ترویج کا فرض احسن طور پر انجام دیا۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ زبان وادب کی ترویج وفروغ میں ادبی تنظیموں کا کردار ہمیشہ اہم رہا ہے۔ اور بہاول پور میں بھی انہی ادبی تنظیموں اور انجمنوں نے جہاں اہل قلم کی سرپرستی کی وہاں لوگوں میں ادبی ذوق کو آگے بڑھانے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

بہاول پور میں پہلے اہل فکر وفن کی عام نشستیں ہوتیں اور پھر مختلف ناموں سے تنظیمیں قائم کی گئیں اور ان انجمنوں کے باقاعدہ اجلاس اورتنقیدی نشستیں منعقد کی جاتی رہی ہیں۔ اس سے ادبی رجحان کوفروغ دینے کی روایت کی بنیاد پڑی۔ برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح بہاول پور میں بھی ادبی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ان تنظیمون کی بدولت جہاں نئے لکھنے والے سامنے آئے وہاں پہلے سے موجود اہل قلم کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

اگر بہاول پور کی ادبی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابتداء میں سابق ریاستی حکومت نے ادب کی سرپرستی کی اور جن ادبی شخصیات کی حوصلہ افزائی ہوئی وہاں باہر سے ریاست میں آنے والوں نے بھی ادبی تحریک کوتقویت دینے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔مغل سلطنت کے زوال کے بعد کئی اہل قلم اورتخلیق کاروں نے بہاول پور کا سفر اختیار کیا کیونکہ اس دور میں کئی دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں بہاول پور ریاست کی اقتصادی حالت مستحکم تھی اور اس کی معاشی خوشحالی کے چرچے پورے ہندوستان میں تھے اور یہاں معاشی آسودگی کے باعث ادب کی ترویج کے بھرپور مواقع موجود تھے۔

بہاول پور کے اہل قلم ادب کے فروغ کے لئے ادبی انجمنوں کی خواہش رکھتے تھے مگر اس جانب مناسب پیش رفت نہ ہوسکی۔ وہاں اور دوسرے ادبی مراکز سے بہاول پور میں آنے والوں کی وجہ سے یہاں ادبی تنظیموں کے قیام کی راہ ہموار ہوئی اور ان تنظیموں کے وجود میں آنے سے باقاعدہ ادبی مجلسوں کا آغاز ممکن ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں تعلیم یافتہ لوگ بہاول پور آنا شروع ہوئے اور یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ صدی جاری رہا۔ جب بہاول پور میں اہل قلم آنا شروع ہوئے تو یہاں کی ادبی سرگرمیوں کو وسعت ملی جو اہل قلم باہر سے آئے ان میں مراد شاہ، مولوی محمد اعظم، میر افضل، مرزا احمد اختر، حافظ عبد القدوس قدوسی، مخدوم محمد شمس الدین، میر ناصر علی، مولوی غلام احمد صادق، فاروق کشتہ، احمد خاں طالب، سید نذیر احمد گستاخ، مرزا سعید الدین، مولوی عزیز الدین گھڑی ساز، سید زمان شاہ، مولوی اللہ وسایا، منشی شمشاد حسین نازک، مولوی عبد الرحمٰن صادق، محمد حسن احسن، مرزا محمد جان، منشی حسین بخش، مولوی احمد حسن رسوا، شیخ فیض الحسن اور منشی ابراہیم بیگ دہلوی شامل تھے۔ انہوں نے بہاول پور میں شعروادب کے گلشن کی آبیاری

کی اور شعر و ادب کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اس کو وسعت دی۔

بہاول پور کی پہلی ادبی تنظیم 1881ء میں 'صادق الاخبار' کے مدیر حافظ عبد القدوس قدسی نے قائم کی۔ اس تنظیم کے بارے میں مسعود حسن شہاب لکھتے ہیں:

''بہر حال جہاں تک باقاعدہ ادبی انجمنوں کا تعلق ہے ان کا پتہ انیسویں صدی کے اواخر میں چلتا ہے۔ اور اب تک تحقیق سے یہ معلوم ہوسکا ہے کہ بہاول پور کی پہلی ادبی انجمن مارچ 1881ء میں حافظ عبد القدوس قدسی مدیر 'صادق الاخبار' نے قائم کی تھی جس کا پہلا اجلاس 8 مارچ 1881ء کو لالہ بشن داس دہلوی کے مکان پر منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس کے لئے مصرع طرح بھی دیا گیا تھا اور نثر کی صف میں موضوع نخوت اور خود داری کے جائزہ کا فرق بھی دیا گیا تھا، گویا اس انجمن کے مقاصد جہاں اہل بہاول پور کے شعری ذوق کو جلا دینا تھا وہاں نثر کی مشق بھی بہم پہنچانا تھی۔'' [۲]

مجلس مؤید الاسلام:

1890ء میں حاجی عبد الرحمٰن آزاد نے ہفت روزہ مشاعروں کا سلسلہ شروع کیا۔ حاجی عبد العزیز آزاد کا تعلق ''العزیز'' کے مدیر اور نامور اہل قلم مولوی عزیز الرحمٰن عزیز کے خاندان سے تھا۔ اس کے ایک سال بعد 1891ء میں میر ناصر علی نے مجلس موید الاسلام کے نام سے ایک ادبی مجلس قائم کی۔ یہ ادبی تنظیم ادبی ذوق کو فروغ دینے کے لیئے وجود میں آئی۔ مجلس ادبی سرگرمیوں کے ساتھ اسلامی قدروں کی پاسبانی وتدریس اور بچوں کی اسلامی خطوط پر کردار سازی کے علاوہ غریب طالب علموں کی اعانت کرتی رہی۔ موید الاسلام کے اکثر اجلاس ریاست بہاول پور کے مختلف شہروں ہوتے تھے۔

موید الاسلام کے بارے میں مسعود حسن شہاب نے لکھا ہے:

''ایک اجلاس جو سرائے گودوبل میں ہوا تھا۔ اس میں نواب محمد بہاول خاں نے بھی شرکت کی اور اس کی سرگرمیوں میں اپنی ذاتی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔'' [۳]

یہ اسی زمانے کی ہی بات ہے جب میر ناصر علی اور محسن خان پوری نے بھی ایک تنظیم قائم کی اس ادبی تنظیم نے متعدد مشاعرے کرائے اور باقاعدگی کے ساتھ ادبی نشستیں ہوا کرتی تھیں۔

بزم حمیدیہ:

صادق ایجرٹن کالج کے پرنسپل پروفیسر عبد الحمید نے 1920ء میں ادبی تنظیم ''بزم حمیدیہ'' کی بنیاد رکھی۔ وہ دس سال تک ایس ای کالج کے پرنسپل رہے۔ بزم حمیدیہ کی سرگرمیاں بہاول پور کی ادبی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اس کی ادبی نشستوں میں مولانا نصیر الدین خرم، مولوی عزیز الرحمٰن عزیز، عبد الحنان عید، شیخ ارشاد نبی، لالہ بھگوان داس ذہین، سید امیر علی امیر اور میر واجد علی زار ایسے بڑے اہل قلم شرکت کرتے رہے۔ ''بزم حمیدیہ'' کے قیام کے بعد جو پہلی ادبی تقریب ہوئی وہ ''یوم فرید'' کی تقریب تھی۔ اس

تقریب میں نامور اہل قلم نے حضرت خواجہ غلام فرید کے فکر وفن کو خراج عقیدت پیش کیا۔ 1927ء میں پروفیسر شجاع احمد ناموس جو اپنے دور کے نامور اہل قلم تھے جب ایس ای کالج میں ملازم ہوئے تو وہ بھی ''بزم حمیدیہ'' میں شامل ہوگئے۔ ان کی بزم میں شمولیت سے اس کی ادبی سرگرمیوں کو وسعت مل گئی۔ صادق ڈین ہائی سکول بہاول پور میں بزم حمید کے تحت مشاعرہ ہوا۔ 1941ء تک ''بزم حمیدیہ'' کی ادبی سرگرمیاں جاری رہیں، بعد میں ''بزم حمیدیہ'' ایس ای کالج تک محدود ہوگئی۔ ''بزم حمیدیہ'' نے بہاول پور میں ادبی سرگرمیوں کو بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ احمد ندیم قاسمی، پروفیسر احمد زاہدی، پروفیسر مرلی دھر، ڈاکٹر باقر، نذیر جتوئی اور دیوان وفارام ''بزم حمیدیہ'' کے عہدیدار رہے۔ انہوں نے بہاول پور کی ادبی ثقافت کو گہرا کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ''بزم حمیدیہ'' نے 1930ء میں بزم اقبال کے نام سے تقریبات کا اہتمام کیا۔ بزم اقبال ایس ای کالج میں شروع ہوگئی، اس تنظیم کے تحت علامہ محمد اقبال کی یاد میں متعدد تقاریب منعقد ہوئیں۔

بزم ادب:

بہاول پور کی ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں کئی ایک ادبی تنظیموں نے اہم کردار ادا کیا۔ ایسی ایک تنظیم ''بزم ادب'' کی بنیاد احمد حسن شاد نے 1926ء میں رکھی۔ یہ وہ دور تھا جب ادبی رجحانات میں جدید رنگ آرہا تھا۔ ''بزم ادب'' نے ادب اور خاص طور پر شاعری کی نئی جہتوں کو متعارف کرانے میں بہت سرگرمی دکھائی۔ 1927ء میں بہاول پور کے ملتانی دروازہ میں گلزار لاج میں ایک شاندار محفل مشاعرہ ہوئی۔ یہ یادگار محفل مشاعرہ سر عبدالقادر کے صاحبزادے شیخ محمد رفیق کی کوشش ومحنت سے منعقد ہوئی۔ اس محفل مشاعرہ نے بہاول پور کی ادبی سرگرمیوں کو نیا موڑ دیا۔ محفل شعر میں اُس دور کے نامور شاعروں نے اپنا کلام سنایا۔ ان شعراء میں مولوی عبد العزیز، ارشاد نبی ارشاد، مولوی عبد الحسان عبد، میر ناصر علی واجدی، مولوی حفیظ الرحمٰن حفیظ، میر واجد علی زار اور عبد الحمید ارشد شامل تھے۔

اس دور میں بیرون شکار پوری گیٹ بہاول پور میں واقع شریف منزل میں میاں احمد دین، عبد الحمید منظر، افضل دین گوھر، حیرت شاہ وارثی نے فروغ ادب کے لئے تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم نے کئی مشاعروں کا اہتمام کیا۔ یہ تنظیم 1928ء تک تقاریب کا اہتمام کرتی رہی۔ اس تنظیم کے عہدیداروں اور ارکان نے کئی نئے لکھنے والوں کو متعارف کرایا۔ اور نامور شاعروں کو دعوت دی ان ادبی نشستوں میں ادبی تخلیقات پر بحث کی جاتی رہی۔

بزم ارشاد:

بہاول پور کی شعر وادب کی تاریخ میں شیخ ارشاد نبی ارشاد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ بہاول پور کے نامور شاعر تھے، 1930ء انہوں بہاول پور میں ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے ''بزم ارشاد'' قائم کی۔ انہوں نے اس کا دفتر اندرون ڈیراوری گیٹ اپنے گھر میں قائم کیا۔ انہون نے فروغ ادب کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس تنظیم کی سرگرمیوں کو وسیع پیانے پر جاری رکھا۔ بزم ارشاد کے دفتر میں باقاعدگی کے ساتھ شعری نشستیں منعقد کی جاتی تھیں۔ ان نشستون میں بہاول پور کے علاوہ باہر سے آنے والے شعراء کلام پڑھا کرتے تھے۔ ''بزم ارشاد'' کے بانی کے بارے میں ماجد قریشی نے لکھا ہے:

''ارشاد نبی ارشاد1882ء میں بہاول پور آئے اور آتے ہی شعر وسخن کی محفلوں کی جان بن گئے۔ ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ارشاد بہت ہی حساس ہیں اور غدر کے مصائب کو گو انہوں نے ذاتی طور پر بہت کم برداشت کیا اس کے باوجود ان کا ذہن بے حد متأثر ہے۔ خاص طور پر سرسید اور حالی کی اصلاحی تحریک ان پر کافی اثر جما چکی ہے۔ اور اس دور کا اصلاحی رنگ ان پر غالب نظر آتا ہے۔[۴]

ارشاد نبی ارشاد بیس سال کی عمر میں بہاول پور آئے۔ ان کے والد بہاول پور کے چیف جج مقرر ہوئے۔ چالیس سال ملازمت کرنے کے بعد 10 فروری1923ء میں ریٹائر ہوگئے۔ وہ شوخ بھی تخلص کرتے تھے۔ 1935ء میں وفات پا گئے۔ انہوں نے ''بزم ارشاد'' کے علاوہ دوسری ادبی سرگرمیوں میں بھر پور حصہ لیا۔ ''بزم ارشاد'' اپنے مقاصد، افادیت اور اہمیت کے حوالے سے اہم ادبی تنظیم تھی۔ اور اس سے ادب کی اصلاحی تحریک کو بہاول پور کے اہل قلم میں جگہ بنانے میں مدد ملی۔

لٹریری لیگ:

بہاول پور میں ادبی تحریک کے ذکر میں عبد الحمید ارشد کا نام فروغ ادب کی جد وجہد کرنے والوں میں نمایاں ہوگا۔ عبدالحمید ارشد نے 1934ء میں بہاول نگر میں ''لٹریری لیگ'' کی بنیاد رکھی۔ یہ ادبی تنظیم دو سال تک بہاول نگر میں ادبی سرگرمیوں کو فروغ دیتی رہی۔ ''لٹریری لیگ'' کے اجلاس عبد الحمید ارشد جو اس وقت بہاول نگر میں ملازمت کر رہے تھے کے گھر کے سامنے درختوں کی چھاؤں میں ہوا کرتے تھے۔ ''لٹریری لیگ'' کی ادبی نشستون مین محسن خان پوری، عبد الرحمٰن آزاد، غلام شبیر بخاری، امین حزین اور دوسرے اہل قلم شریک ہوا کرتے تھے۔ اور تنقید اور اصلاح کے لئے اپنی ادبی تخلیقات پیش کیا کرتے تھے۔ ''لٹریری لیگ'' نے سابق ریاست بہال پور کے دور افتادہ بہاول نگر میں ادب کے فروغ اور ادبی رجحان رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ اصل میں بہاول نگر میں ادب کی بنیاد رکھنے کی تحریک تھی کہ آج وہاں شعر وسخن کے میدان میں کئی نامور لوگ موجود ہیں اور اُن میں سے بعض نے ملک گیر شہرت بھی پائی۔

1936ء میں عبد الحمید ارشد کا تبادلہ بہاول نگر سے رحیم یار خاں ہوگیا۔ تو ان کے ساتھ ''لٹریری لیگ'' بھی رحیم یارخاں منتقل ہوگئی۔ اب ''لٹریری لیگ'' نے رحیم یار خاں میں فروغ ادب کی تحریک کو تقویت دینا شروع کردی۔ رحیم یار خاں میں ''لٹریری لیگ'' کے تحت منعقد ہونے والی ادبی تقاریب میں مقامی شعراء اور ادیب باقاعدگی سے شریک ہوا کرتے تھے۔ ان میں سعید محمد سلیم، حمید الحق شاد، شیخ عبد العزیز، رانا رب نواز آزاد، چوہدری نذیر احمد نذیر، محمد سلیم زلیدار اور شیخ صلاح الدین شامل تھے۔ ''لٹریری لیگ'' نے بہاول نگر کی طرح رحیم یارخاں میں بھی نئے لکھنے والوں کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح اس کے توسط سے ادبی ذوق رکھنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا۔ عبد الحمید ارشد جو کہ محکمہ انہار کے ملازم تھے ان کی ادبی تنظیم ''لٹریری لیگ'' کے اجلاس ہر ہفتہ محکمہ کینال کی لائبریری میں ہوا کرتے تھے۔ اس طرح رحیم یارخاں شہر کے دوسرے علاقوں میں بھی ادبی نشستوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

1937ء میں عبد الحمید ارشد کا تبادلہ بہاول پور ہوگیا۔ انہوں نے اپنی ادبی سرگرمیوں کا مرکز بہاول پور منتقل کردیا۔ اس طرح

بہاول پور میں ''لٹریری لیگ'' فعال ہوگئی اور اس وقت کی دوسری ادبی تنظیموں اور تحریکوں کی طرح ''لٹریری لیگ'' نے بھی اہل قلم اور ادبی ذوق رکھنے والوں میں پذیرائی حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ بہاول پور تبادلے کے ایک سال بعد عبد الحمید ارشد نے عباسیہ ''لٹریری لیگ'' کی بنیاد رکھی۔ اس ادبی تنظیم کے بارے میں سید مسعود حسن شہاب لکھتے ہیں:

''1936ء عباسیہ ''لٹریری لیگ'' کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی جس نے اُردو ادب کی خدمت کا بیڑا اُٹھایا۔ اس انجمن کے زیر اہتمام بڑے بڑے مشاعرے ہوئے اور اہل قلم کو بیرونی شعراء کا کلام سننے کا براہ راست موقع ملا۔''[۵]

''عباسیہ لٹریری لیگ'' کے جنرل سیکرٹری سلطان محمد عبد الحمید وارثی مقرر ہوئے۔ انہوں نے عبد الحمید ارشد کی فروغ ادب کی تحریک میں بھر پور معاونت کی۔ ''عباسیہ لٹریری لیگ'' کے زیر اہتمام 1938ء میں ''یوم اقبال'' منایا گیا۔ اس خصوصی ادبی نشست کی صدارت بقا محمد خاں نے کی۔ جبکہ پروفیسر صادق علی، پروفیسر خواجہ شجاع احمد ناموس، پروفیسر محمد دلشاد کلانچوی، محمد نواز شبیر، مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ، عبد الحمید ارشد اور شمس صدیقی نے علامہ محمد اقبال کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اور ان کے فکر وفن بارے اشعار اور مقالے پڑھے۔ یہ تقریب بہاول پور کی ادبی سرگرمیوں کی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ انہوں نے ''ارشد اکیڈمی'' قائم کی۔ اس کے زیر اہتمام ماڈل ٹاؤن بی گھر میں ادبی اجلاس ہوا کرتے تھے۔

1938ء میں جب برصغیر میں اُردو کی مختلف اصناف کا ادب تخلیق کیا جارہا تھا اور دوسری زبانوں کے کلاسیک ادب کے اُردو تراجم کی بنیاد رکھی جانے کا سوچا جارہا تھا اس دور میں بہاول پور میں صحافت اور ادب ارتقاء کے مرحلے میں تھا اور برصغیر کا اُردو ادب بہاول پور کے ادب کو متاثر کررہا تھا۔ اور ادب میں نئے رجحانات فروغ پارہے تھے جو ادیب اور شاعر ان تبدیلیوں سے باخبر تھے اور وہ اپنی تخلیقات کو ان تبدیلیوں سے ہم آہنگ کررہے تھے، انہوں نے اس کا بہترین ذریعہ ادبی تنظیموں کو قرار دیا اور ایک کے بعد دوسری ادبی انجمن وجود میں آنے لگی۔ اس سال بہاول پور میں متعدد نئی ادبی انجمنیں منظر عام پر آئی جن مجلس ادب اور حلقہ ذوق شامل ہیں۔ یہ تنظیمیں پختہ عزم اور ارادے کے ساتھ قائم ہوئیں لیکن زیادہ عرصہ تک اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکیں۔ عبدالحمید ارشد جنہوں نے خوبصورت شاعری کی اور نثر بھی لکھی ان کی یہ کوشش رہی کہ ادب کی تخلیق کو وسعت دی جائے، اس مقصد کی خاطر انہوں نے مختلف تنظیمیں قائم کیں۔ انہوں نے دوران ملازمت خان پور ''بزم ادب'' قائم کی۔ اس ادبی تنظیم کی خصوصی نشستوں میں سردار پریم سنگھ، چندر بھان مصلوک، عبد الرحمٰن آزاد اور محسن خان پوری شرکت کرتے تھے۔ اس طرح خان پور میں مقامی سطح پر ادبی سرگرمیوں کو فروغ ملا اور کئی لکھنے والے سامنے آئے اور انہوں نے ان تنظیموں کے ذریعہ رہنمائی حاصل کی اور باقاعدہ اہل قلم کا مقام پاتے رہے۔

بزم عزیزیہ:

دبیر الملک مولانا عزیز الرحمٰن عزیز اور ان کے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن کی بہاول پور کی صحافت اور ادب کے لئے خدمات تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے العزیز ایسا جریدہ جاری کیا جو بہاول پور کی صحافتی اور ادبی تاریخ کا اہم اور ناقابل فراموش باب ہے، انہوں مجلّہ ''الحبیب'' بھی جاری کیا۔ اس کے علاوہ شاعری اور نثر کی کئی کتابیں شائع کیں جو بہاول پور کے ادب

کا اثاثہ قرار دی جاتی ہیں۔ انہوں نے اخبارات، رسائل اور کتابوں کی اشاعت کے ساتھ فروغ ادب کے لئے ادبی تنظیم ''بزم عزیزیہ'' قائم کی۔ اس ادبی تنظیم نے ادبی تحریک کا درجہ حاصل کرلیا۔ اور ''بزم عزیزیہ'' کے زیر اہتمام بہاول پور میں کئی تاریخی اہمیت کی حامل ادبی تقاریب کا انعقاد ممکن ہوا۔

مولانا عزیز الرحمٰن عزیز کے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ نے 1940ء میں ''بزم عزیزیہ'' قائم کی اس ادبی انجمن نے ماہانہ شعری نشستوں کی روایت قائم کی۔ اس کے علاوہ تنقیدی اجلاس بھی ہوا کرتے تھے۔ ان نشستوں اور اجلاسوں کی بدولت اہل ذوق کو ادبی ماحول میسر آیا۔ ''بزم عزیزیہ'' کے زیر اہتمام 4 دسمبر 1943ء کو ایک یادگار مشاعرہ ہوا جس کی صدارت ریاست بہاول پور کے چیف جسٹس سر عبد القادر نے کی۔ جبکہ دوسرے نامور شعراء کے علاوہ کشفی ملتانی نے بھی اپنا کلام پڑھا۔ ''بزم عزیزیہ'' کے ماہانہ مشاعروں کے لئے مصرع طرح دیا جاتا تھا۔ اس طرح سینیئر شعراء کے علاوہ نئے شاعروں کو طبع آزمائی کا موقع ملا۔ اور اس سے بہاول پور میں شعر گوئی پروان چڑھی۔ بہاول پور کے ادب میں دوسری تنظیموں کی طرح ''بزم عزیزیہ'' نے اپنی ذمہ داریاں پوری محنت اور لگن سے انجام دیں۔ ماہانہ مشاعروں کے علاوہ دوسری ادبی تقاریب اور خصوصی نشستیں باقاعدگی سے ہوا کرتی تھیں۔ جن سے بہاول پور کی ادبی شناخت کو نمایاں اور گہرا کرنے میں بڑی مدد ملی۔

صادق آرٹ سرکل:

1942ء میں سابق ریاست بہاول پور کے چیف جسٹس سر عبد القادر نے ریاست میں ادبی سرگرمیوں کو وسعت دینے اور نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ادبی تنظیم کی بنیاد رکھی اس ادبی تنظیم کا نام ''صادق آرٹ سرکل'' رکھا گیا۔ اس تنظیم کے تحت کئی تاریخی ادبی تقاریب ہوئیں۔ سر عبد القادر کی دعوت پر ''صادق آرٹ سرکل'' کے تحت ہونے والی شعری نشستوں میں ڈاکٹر شجاع احمد ناموس، عبد الحق شوق، دیوی دیال شنکر، مولانا عبد القادر جوہر، محمد نواز شہید، شیخ رفیق احمد، نقوی احمد پوری اور جلال الدین لبید کے علاوہ دوسرے نامور شعراء شرکت کرتے رہے۔

ماجد قریشی لکھتے ہیں:

> ''ریاست بہاول پور کی ادبی تحریک کی رفتار کو سرعت بخشنے والے افراد میں سر عبد القادر کا نام سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ آپ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے دلشاد کلانچوی لکھتے ہیں کہ ریاست بہاول پور کی خوش قسمتی دیکھیئے کہ 1942ء میں ہندوستان کے ادیب گر علامہ سر عبد القادر چیف جسٹس بن کر آئے یہ ناممکن تھا کہ آپ تشریف لاتے اور ریاست بہاول پور میں اُردو ادب کی سر پرستی نہ کرتے، چنانچہ بہت جلد ''صادق آرٹ سرکل'' کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ اجلاس مخصوص طبقہ و ماحول میں منعقد کئے جاتے تھے لیکن بہاول پور کے اکثر و بیشتر شعراء مدعو کئے جاتے تھے، ان میں ڈاکٹر ناموس، شہید، جوہر، شوق، آتش، منیر واحد اکمل، سیف، مختار، رفیق، حق، حفیظ اور قمر وغیرہ جمع رہتے تھے۔''[۶]

29 اپریل 1943ء کو ''صادق آرٹ سرکل'' نے جنگ عظیم کے قیدیوں اور زخمیوں کی امداد کے لئے کل ہند مشاعرہ منعقد کیا، جس میں جنوبی ایشیاء کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے ایک سو سے زائد شاعروں نے شرکت کی۔ اس تاریخی مشاعرے کے

بارے میں مسعود حسن شہاب نے یوں لکھا ہے:

''یہ مشاعرہ بہاول پور کی تاریخ ادب میں بہت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ بہاول پور کے ذوق وشعروسخن میں اس سے بہت اضافہ ہوا۔ اور بہاول پور کے شعراء کرام کی سرگرمیاں بھی کافی بڑھیں۔ ہندوستان کے نامی گرامی شعراء کا کلام خود ان کی زبان سے سننے اور اپنی تخلیقات ان کے سامنے پیش کرنے کا موقع ملا تھا۔'' [۷]

کل ہند مشاعرہ کی سر پرستی نواب سر صادق محمد خاں عباسی امیر بہاول پور نے کی۔ مشاعرے کے منتظمین میں سابق ریاست بہاول پور کی کابینہ کے ارکان مقبول حسین قریشی اور میجر شمس الدین تھے، جبکہ ایس۔ ای کالج کے پرنسپل پروفیسر پیر زادہ عبدالرشید اور سیکرٹری تعلیم خان بقا محمد خاں نے ان انتظامات میں وزراء کی معاونت کی۔کل ہند مشاعرے کی تین نشستیں منعقد ہوئیں۔ ان نشستوں کی صدارت مولانا ظفر علی خاں، مخدوم سید مرید حسین شاہ قریشی، اور خان بہادر محمد اسلم نے کی۔ افتتاحی کلمات سابق ریاست بہاول کے چیف جسٹس سر عبد القادر نے ادا کئے جبکہ مشاعرے کی کاروائی کا آغاز ریاستی وزیر کرنل مقبول حسین قریشی کی تقریر سے ہوا۔ بہاول پور میں ہونے والے اس تاریخی مشاعرے میں مولانا ظفر علی خاں، تلوک چند محروم، جوش ملیسانی، عرش ملیسانی، روش صدیقی جوالا پوری، نخشب میرٹھی، خوشی محمد ناظر، موہن لال کپور تھلوی، علامہ سیماب اکبر آبادی، اسد ملتانی، آغا سر خوش، اثر صہبائی، حاجی لق لق، علامہ تاجور نجیب آبادی، ڈاکٹر راز علی گڑھی، جگن ناتھ آزاد، مذاق العیشی، علامہ عیش فیروز پوری، مولانا عزیز الرحمٰن عزیز، حافظ نصیر الدین خرم، حکیم عبد الحق شوق، عبد الرحمٰن آزاد، سیدنا صر علی واجدی، پروفیسر دلشاد کلانچوی، سید اختر علی منیر، دیال آتش بہاول پوری، سید ناصر علی واجدی، پروفیسر مختار نبی مختار، سجاد نبی آزاد، محسن خان پوری، محی الدین شان حبیب تلونڈی اور عبد الحمید نے کلام پڑھا۔

اس کل ہند مشاعرے کو جہاں آج بھی بہاول پور کے ادبی حلقوں میں یاد کیا جاتا ہے وہاں برصغیر کی ادبی تاریخ کا ایک بڑا اجتماع قرار دیا جاتا ہے جس میں متحدہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والنے نامور اردو شعراء نے شرکت کی۔ بلاشبہ اس تاریخی مشاعرے نے بہاول پور میں ادبی ذوق کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اور یہ اجتماع شعری تاریخ کا حصہ بن گیا۔ اس سے ریاست بہاول پور کی حکومت کے حکمرانوں اور اہل فکر ونظر کی ادب سے غیر متزلزل وابستگی کا ثبوت ملتا ہے۔

حلقہ فکر نو:

1940ء بہاول پور کے ادب اور صحافت کے لئے اہم ثابت ہوا۔ بہاول پور کی صحافت اور ادب میں کئی نئے نام سامنے آئے۔ نئے اخبارات کا اجراء ہوا۔ اس طرح کئی اہل قلم صحافت اور ادب کے میدان میں داخل ہوئے۔ اس سے بہاول پور کو اہم صحافتی اور ادبی مرکز کی حیثیت حاصل ہونے لگی۔ اخبارات اور رسائل کے ساتھ بہاول پور کی ادبی تنظیموں نے ادبی منظر کو خوبصورت کر دیا اور فروغ ادب کی تحریک کو زبردست تقویت ملی اور ادب کے فروغ نے یہ ثابت کر دیا کہ اس ضمن میں ادبی تنظیمیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ عام طور پر ادبی تنظیمیں نامور اہل قلم نے قائم کیں اور ان کی کوششوں سے ہی یہ تنظیمیں مفید ثابت ہوئیں۔ 1942ء میں نامور ادیب اور صحافی حیات ترین نے ''حلقہ فکر نو'' کے نام سے ادبی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اس تنظیم کے معتمد محمود ہاشمی تھے۔''حلقہ

فکر نو' نے بہاول پور میں ادبی تقریبات کی روایت کو آگے بڑھایا۔ اس پلیٹ فارم نے نئے لکھنے والوں کی خاطر خواہ حوصلہ افزائی کی۔''حلقہ فکر نو'' کے تحت باقاعدگی سے شعری نشستیں اور تنقیدی اجلاس ہوتے تھے، جس میں بہاول پور کے سرکردہ ادیب اور شاعر شریک ہوتے تھے۔ اس طرح نو آموز ادیب اور شاعر اپنی تخلیقات کو فکر نو کے اجلاسوں میں اہل قلم کے سامنے پیش کرتے تھے، جن سے ان کی اصلاح ہوتی اور ساتھ یہ حوصلہ افزائی بھی کہ ہر نشست میں مضمون، افسانہ، غزل، نظم، قطعہ، رباعی، نعت، حمد اور گیت کے علاوہ مقالے پیش کئے جاتے، جن پر ''حلقہ فکر نو'' کے عہدیداروں کے علاوہ نامور اہل قلم اپنی رائے کا اظہار کرتے۔

بہاول پور میں وقت گزرنے کے ساتھ ادبی تنظیموں کے قیام کا سلسلہ جاری رہا اور ان ادبی تنظیموں نے لکھنے والوں کو نیا جذبہ اور حوصلہ دیا۔ ڈاکٹر شجاع احمد ناموس نے 1945ء میں ادبی تنظیم ''ارباب ادب'' کی بنیاد رکھی۔ ارباب ادب کے صدر ڈاکٹر شجاع احمد ناموس، جنرل سیکرٹری فیض محمد، ڈپٹی سیکرٹری میاں نور الزماں اوج اور بال کرشن خزانچی چنے گئے۔ ادبی تنظیم ''ارباب ادب'' نے 1945ء میں ''ارمغان ادب'' کے ٹائٹل کے ساتھ ایک کتابچہ شائع کیا جس میں ''ارباب ادب'' کے اغراض مقاصد درج تھے۔ اس کتابچہ میں متعدد ادبی مضامین بھی شامل کئے گئے۔ اس میں نواب سر صادق محمد خاں عباسی کی شان میں نظمیں اور ولی عہد بہادر شہزادہ محمد عباس عباسی (جو بعد میں گورنر پنجاب رہے) کی شادی کے سہرے شائع ہوئے۔ جن شاعروں کے سہرے اس کتابچہ میں شامل کئے گئے ان میں پروفیسر شجاع احمد ناموس، حکیم عبد الحق شوق، پروفیسر دلشاد کلانچوی، دیوی دیال آتش اور سیف اللہ فاروق شامل ہیں۔

اس ادبی تنظیم نے 1945ء میں کل ہند اردو کانفرنس کرائی جو تین دن تک جاری رہی۔ اردو کانفرنس کی صدارت بابائے اُردو مولوی عبد الحق نے کی۔ اس کانفرنس میں بہاول پور کے علاوہ دوسرے علاقوں سے تعلق رکھنے والے شاعروں، ادیبوں، محققین اور دانشوروں نے شرکت کی اور اُردو ادب اور زبان سے متعلق خصوصی مضامین اور مقالے پڑھے۔

مجلس ادب:

ڈاکٹر شجاع احمد ناموس نے بہاول پور میں ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے، اہل قلم کے فکروفن کو اجاگر کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور 1945ء ایک اور ادبی تنظیم ''مجلس ادب'' قائم کی۔ ''مجلس ادب'' کے اجلاس باقاعدگی سے ہوا کرتے تھے اور عام طور پر مجلس ادب کے اجلاس دیوی دیال آتش اور عبد الحمید ارشد کی قیام گاہوں پر ہوا کرتے تھے۔ ابتداء میں مجلس ادب کے معتمد ڈاکٹر شجاع کے بیٹے محمد چنگیز تھے، بعد میں نامور ادیب اور صحافی اقبال احمد صدیقی کو معتمد بنادیا گیا۔ دوسری ادبی تنظیموں کی طرح اس انجمن نے بھی تنقیدی نشستوں اور مشاعروں کے انعقاد کی روایت برقرار رکھی۔ مجلس کے اجلاس ہر جمعہ کو ہوا کرتے تھے۔ مجلس ادب کے اجلاسوں میں پروفیسر دلشاد کلانچوی، عبد الحق شوق، ولی اللہ اوحد، دیوی دیال آتش، ہنس راج، ڈاکٹر اکمل پشاوری، سید شبیر بخاری، جلال الدین حیدر اور چوہدری علی احمد رفعت باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے اور اپنے ادبی فن پارے پیش کرنے کے ساتھ تنقید اور اصلاحی گفتگو میں حصہ لیتے تھے۔

کارواں ادب:

برصغیر میں جب سیاسی بیداری اور غیر ملکی حکمرانوں سے آزادی کی جد وجہد کا آغاز ہوا تو اس کے صحافت وادب پر اثرات مرتب ہوئے۔ آزادی کی جد وجہد میں تحریک پاکستان سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، جس کو مسلمانوں کے ہر طبقہ فکر کی بھر پور حمایت حاصل تھی۔ کیونکہ اس کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایک آزاد ریاست کا حصول تھا۔ سیاسی تبدیلی کے اثرات سابق ریاست تک بھی پہنچے جہاں آزادی اظہار رائے کا تصور نہیں تھا۔ یہاں سخت ریاستی قوانین نافذ تھے۔ اس کے باوجود ریاست میں موجود اخبارات اور رسائل نے لوگوں میں بیداری کی لہر لانے میں اپنے طور پر فرض انجام دیا۔ یہاں کے صحافیوں، شاعروں اور ادیبوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ریاست کے لوگوں کو غیر ملکی تسلط کے خلاف متحد ہونے کی دعوت دی۔ اخبارات اور رسائل کے علاوہ ادبی تنظیموں کے ذریعے بھی مسلمانوں کی تحریکوں کا پیغام پہنچایا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب نئے اخبارات اور رسائل جاری ہوئے وہاں ادبی تنظیموں کے قیام کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ 1953ء میں ادبی تنظیم ''کارواں ادب'' قائم ہوئی۔ اس میں مسعود حسن شہاب دہلوی، ارمان عثمانی، بے تاب سہارنپوری، ادیب واثقی، آثم بزمی، اختر بزمی، امجد قریشی، سید احمد طاہر، سید آل احمد، سید عباس نظیر، سید منصور عاقل اور عاصی کرنا شامل تھے۔ 1956ء میں بیگم ثریا حمید نے خواتین کی ادبی تنظیم ''حریم ادب'' کی بنیاد رکھی۔ اس کے کئی اجلاس ہوئے اور اہل قلم اور ادبی ذوق رکھنے والی خواتین نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ کیونکہ اس تنظیم کا مقصد خواتین کو ادب کی جانب راغب کرنا تھا۔ یہ تنظیم زیادہ دیر تک اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی۔ تاہم یہ ایک اچھی کوشش تھی اور اس کا وجود برقرار رہنا چاہیے تھا۔ اس تنظیم کے توسط سے کئی نئی لکھنے والی خواتین سامنے آئیں۔

اردو اکادمی:

9اکتوبر1959ء کو''اردو اکادمی'' بہاول پور کا قیام ہوا۔''اردو اکادمی'' بہاول پور کے کمشنر مسرت حسین زبیری اور سید غلام شبیر بخاری کی مشترکہ کوششوں کے نتیجہ میں وجود میں آئی۔''اردو اکادمی'' کی افتتاحی تقریب کی صدارت جسٹس ایم آر کیانی نے کی انہوں نے جو صدارتی خطبہ دیا وہ اردو ادب کا اثاثہ قرار دیا جاتا ہے۔ ابتداء میں اردو اکیڈمی نے کئی کتابوں کی اشاعت کے پروگرام کا اعلان کیا لیکن کوئی کتاب سامنے نہ آسکی۔ دوسرے سال متعدد کتابیں شائع ہوئیں۔ علی احمد رفعت، سلیم خاں کی کتابیں منظر عام پر آئیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر شجاع احمد ناموس، فیض احمد فیض، محی الدین شان، معین الدین حسن، ڈاکٹر مہر عبدالحق ، اور دوسرے اہل قلم کی کتابیں''اردو اکادمی'' نے شائع کیں۔ بعد میں شہاب دہلوی اکادمی کے معتمد بنے تو یہ ادارہ فعال ہوگیا ور اس نے اپنے مقاصد کی جانب سفر شروع کردیا۔

''اردو اکادمی'' کے بارے میں پروفیسر شفیق احمد لکھتے ہیں:

''یہاں کے کمشنر مسرت حسین زبیری کی علم دوست اور علم پرور شخصیت نے پہلی بار اردو اکیڈمی کی بنیاد رکھی۔اردو اکیڈمی کے صدر کمشنر بہاولپور تھے اور اکیڈمی کے اغراض ومقاصد میں اردو زبان کی ترویج واشاعت کے علاوہ علاقائی

زبان وادب اور تہذیب وثقافت کا فروغ شامل تھا۔لیکن ان مقاصد کو اس وقت تک حاصل نہیں کیا جاسکتا جب تک اکیڈمی کا اشاعتی سلسلہ جاری نہ کیا جاتا۔ اس کے لئے اول تو اکیڈمی کو ایک اشاعتی ادارے کی حیثیت دی گئی۔ اس کے علاہ اکیڈمی کی طرف سے ایک سہ ماہی علمی وادبی مجلّہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اکیڈمی کے صدر اور کمشنر بہاول پور مسرت حسین زبیری کے نام کی رعایت سے پرچے کا نام الزبیر تجویز ہوا جبکہ اس کے پہلے مدیر اعلیٰ علامہ شبیر بخاری مقرر ہوئے۔ الزبیر کا شمارہ علامہ شبیر بخاری کی ادارت میں جنوری 1961ء میں شائع ہوا۔''[۸]

اردو اکیڈمی کے زیر اہتمام جن اہل قلم کی کتابیں شائع ہوچکی ہیں، ان میں ڈاکٹر شجاع ناموس، حکیم غلام نبی، مسعود حسن شہاب، ڈاکٹر مہر عبدالحق، رئیس احمد جعفری، اشتیاق اظہر، آغا سکندر مہدی، حیات میرٹھی، بشیر احمد ظامی، فضل حمید، میاں نورالزماں اوج، صدیق طاہر، پروفیسر دلشاد کلانچوی، فدائے اطہر، سید منصور عاقل، کیپٹن واحد بخش، پروفیسر شیخ عبدالطیف اور دوسرے شامل ہیں۔ اردو اکیڈمی کے تحت سہ ماہی الزبیر باقاعدگی سے شائع ہورہا ہے اس کے علاوہ اصناف ارلع کے حوالے سے خصوصی شمارے شائع ہوئے۔ یہ ایک معیاری ادبی وعلمی مجلّہ ہے، جس کو ملک بھر کے ادبی حلقوں میں پڑھا جاتا ہے۔

نیشنل یوتھ کونسل:

1956ء میں منصور عاقل نے ''نیشنل یوتھ کونسل'' قائم کی۔ اس کونسل کی ادبی اور علمی سرگرمیاں جاری رہیں۔ مباحثے، مذاکرے اور تنقیدی محفلوں کے علاوہ مشاعرے کئے جاتے تھے۔کونسل کے زیر اہتمام قومی تقاریب بھی منعقد کی جاتی تھیں۔کونسل نے قومیت اور بین الاقوامیت اور جمہوریت اسلامیہ کے عنوان سے کتابچے شائع کئے۔ ان کتابچوں میں کونسل کی تقریبات کی تفصیل شائع کی گئی تھی۔ ''نیشنل یوتھ کونسل'' کا دفتر ایس ای کالج کی لائبریری بلڈنگ میں قائم کیا گیا تھا۔ اس دفتر میں کتب خانہ، سماجی بھلائی اور طبی امداد کے مراکز قائم تھے۔''نیشنل یوتھ کونسل'' 1956ء کے وسط سے 1958 تک تقریبا اڑھائی سال سرگرم رہی۔ یہ کونسل ایسی تھی جس کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق کام کئے جاتے تھے۔ یوتھ کونسل کے بانی ارکان میں سلیم قریشی، حبیب اللہ بھٹہ، ابرار عثمانی، عبدالرؤف، غلام علی، حافظ نورالدین محمود، سید محمد رضا نقوی، ڈاکٹر عبدالجلیل، سید باقر مہدی، محمد صادق ضیغم اور سید احمد حسن شامل تھے۔ سید منصور عاقل بہاول پور سے چلے گئے تو ''نیشنل یوتھ کونسل'' اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی۔ اس دور میں یوتھ مومنٹ اور ینگ مینز ایسوسی ایشن بھی تھیں جنھوں نے قومی تقاریب منانے کا سلسلہ شروع کیا۔ تاہم ''نیشنل یوتھ کونسل'' نے ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے علاوہ دوسری سرگرمیوں کو وسعت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور مختصر مدت میں کئی اہم اور یادگار اجتماعات اور تقاریب منعقد کیں۔

ارشد اکیڈمی:

نامور شاعر عبدالحمید ارشد جو کہ محکمہ انہار کی ملازمت کے دوران مختلف شہروں میں رہے، انہوں نے بہاول پور کے علاوہ رحیم یار خاں اور بہاولنگر میں ''لٹریری لیگ'' قائم کی۔ اس ادبی تنظیم نے بہاولنگر اور رحیم یار خاں میں فروغ ادب میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ ان دونوں شہروں میں ادبی تنظیمیں قائم کرنے کی روایت بھی قائم ہوئی جو آج بھی موجود ہے۔ عبدالحمید ارشد نے 1962ء میں

ارشد اکیڈمی کی بنیاد رکھی، اس ادبی تنظیم کے ہفتہ وار اجلاس بہاول پور کے فرید گیٹ کے قریب واقع ''الہلال'' ہوٹل میں ہوا کرتے تھے، جبکہ ارشد اکیڈمی کے تحت عبدالحمید ارشد کی اقامت گاہ واقع ماڈل ٹاؤن بی میں ادبی نشستیں اور مشاعرے باقاعدگی سے منعقد کئے جاتے تھے۔ ان ادبی مجالس میں شرکت کے لئے قیصر ہوشیار پوری، ارشد ملتانی اور نذیر قیصر ملتان سے آتے تھے جبکہ بہاول پور سے سید شہاب دہلوی، سید تابش الوری، رشید قریشی، جاوید اختر، حیات مرٹھی، نشتر لکھنوی، اختر بزمی، مجید تمنا، سید احمد طاہر، سہیل اختر، سید آل احمد جمیل اختر جاوید، انعام اسعدی، رشید بھٹی اور دوسرے شاعر اور ادیب ''ارشد اکیڈمی'' اجلاسوں میں شرکت کرتے اور اپنی تخلیقات پیش کرتے تھے۔

''ارشد اکیڈمی'' نے جہاں شعر وادب کی ترویج کے لئے ادبی سرگرمیوں کو فروغ دیا وہاں اکیڈمی کے تحت کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ ''ارشد اکیڈمی'' کے ادبی اجلاسوں اور محافل میں ایس ای کالج اور دوسرے تعلیمی اداروں کے اساتذہ بھی ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے، بہاول پور کے علاوہ ملتان، لودھراں، رحیم یار خاں، خان پور، احمد پور شرقیہ، لیاقت پور اور سمہ سٹہ کے شعراء اور ادیب ''ارشد اکیڈمی'' کے زیر انتظام مشاعروں تنقیدی اجلاسوں میں شریک ہوتے تھے۔ بہاول پور کی ادبی تاریخ میں ادبی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے عبدالحمید ارشد کا نام نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

مجلس ادب:

ادبی تنظیم ''مجلس ادب'' 1962ء میں قائم ہوئی۔ ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں تسلسل برقرار رکھنے کے لئے قائم کی جانے والی یہ تنظیم مجید تمنا کی سرپرستی میں قائم ہوئی۔ اس کے جنرل سیکرٹری قادر مصطفیٰ خاں تھے۔ ''مجلس ادب'' کے تنقیدی اجلاس ہفتہ وار منعقد ہوتے تھے۔ یہ تنظیم فروغ ادب کی تحریک میں چودہ برس شریک رہی۔ 1972ء میں ''مجلس ادب'' کی سرگرمیاں ختم ہوگئیں۔ اس مجلس کے اجلاس اور مشاعرے حیات میرٹھی کی رہائش گاہ اور ایک مقامی ٹینٹ ہاؤس میں ہوتے تھے۔

ایس ای کالج کے اردو کے استاد اور نامور شاعر پروفیسر سہیل اختر نے 1966ء میں ادبی تنظیم ''حلقہ فکر وفن'' کی بنیاد رکھی۔ اس ادبی انجمن کے تحت کئی ایک ادبی تقاریب ہوئیں۔ اس تنظیم کے ہفت روزہ تنقیدی اجلاس بھی ہوا کرتے تھے۔

1968 میں خورشید میرٹھی کی اقامت گاہ پر بہاول پور کے سرکردہ شاعروں اور ادیبوں کا ایک اجتماع ہوا، جس میں فروغ ادب کی تحریک کو مؤثر اور منظم کرنے کے لئے ''ڈویژنل ادبی کانفرنس'' کے نام سے ادبی تنظیم قائم ہوئی۔ اس اجلاس میں نامور شاعر وادیب اور صحافی سید شہاب دہلوی کو صدر اور حیات میرٹھی کو معتمد منتخب کیا گیا۔ عبدالحمید ارشد خزانچی چنے گئے۔ ڈویژنل ادبی کانفرنس نے بہاول پور میں کئی ایک بڑی ادبی تقاریب کرائیں، جس میں بہاول پور کے علاوہ دوسرے شہروں سے تعلق رکھنے والی شعر وادب کی ممتاز شخصیات شریک ہوتی تھیں۔

1970ء میں قاسم جلال کی صدارت میں ''فنکار اکیڈمی'' قائم کی گئی جس کے سیکرٹری فدائے اطہر تھے۔ اس ادبی تنظیم کے تحت ہفتہ وار تنقیدی اجلاس اور خصوصی ادبی نشستیں ہوا کرتی تھیں اور طرحی مشاعروں کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ فنکار اکیڈمی نے بہاول پور میں ادبی سرگرمیوں کو وسعت دینے میں قابل قدر کردار ادا کیا۔

بہاول پور میں ادبی رسائل کی ابتداء اور صحافتی سرگرمیوں کے بارے میں سید مسعود حسن شہاب لکھتے ہیں:

''اب صحافتی سرگرمیوں کا دائرہ بہاول پور تک ہی محدود نہیں رحیم یار خاں، خان پور، چشتیاں اور بہاول نگر سے بھی کئی اخبارات نکل رہے ہیں۔ بہاول پور کی ان صحافتی سرگرمیوں کے باوجود ادبی رسائل کا مستقبل یہاں زیادہ روشن نہیں رہا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے لئے جن وسائل کی ضرورت تھی وہ یہاں مہیا نہ ہو سکے۔ اس کے باوجود ہر دور میں دلدادگان ادب نے اس طرف توجہ دی اور وقتاً فوقتاً کئی ادبی رسالے نکلے لیکن نامساعد حالات کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے۔''[۹]

بہاول پور میں ادبی رسائل کے مسائل آج بھی موجود ہیں۔ بلاشبہ یہ رسائل فروغ ادب کی جد وجہد کا ایک اہم حصہ ہے۔ زیادہ ادبی رسائل نہ ہونے کی وجہ سے ادب کی ترویج کی کوششوں میں جو کمی آئی اس کو ادبی تنظیموں نے پورا کیا۔ اور اس طرح فروغ ادب کا سلسلہ برقرار رہا اور کاروان ادب تمام رکاوٹوں کو عبور کرتا ہوا کامیابی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور اس سفر مسلسل میں ادبی تنظیموں کا کردار کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اردو مجلس:

1977ء میں اردو مجلس قائم ہوئی۔ یہ مجلس بھی فروغ ادب میں نمایاں رہی۔ اس ادبی تنظیم کا قیام بہاول پور آرٹ کونسل کے دفتر میں ہونے والے بہاول پور کے اہل قلم کے ایک اجلاس میں کیا گیا۔ اردو مجلس کے زیر اہتمام بہاول پور آرٹس کونسل کے علاوہ انیل ہوٹل شاہی بازار اور ایس ای کالج کے سٹاف روم میں ہفتہ وار تنقیدی نشستیں ہوا کرتی تھیں۔ جس میں اس دور کے نامور اہل قلم حصہ لیتے تھے۔ دو سال بعد اردو مجلس دو حصوں مین تقسیم ہوگئی۔ ایک حصہ کا نام اردو مجلس ہی رہا دوسرے کو ادبی مجلس کا نام دیا گیا۔ اردو مجلس کے عہدیداروں میں ڈاکٹر نواز کاوش، اورنگ زیب عالم گیر، شفیق احمد اور انور صابر شامل تھے۔ اردو مجلس نے بعض یادگار تقاریب منعقد کر کے بہاول پور میں فروغ ادب کی تحریک کو زبردست تقویت پہنچائی اور بہاول پور کی ادبی سرگرمیوں کو پاکستان کے دوسرے بڑے ادبی اور صحافتی مراکز تک پہنچایا اور دوسرے شہروں کے اہل قلم بہاول پور کی ادبی سرگرمیوں میں شریک ہونا شروع ہوگئے۔ یہ بہاول پور میں فروغ ادب کی سرگرمیوں کے لئے ایک مثبت تبدیلی تھی۔ اردو مجلس کی بعض یادگار تقاریب میں ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر سلیم اختر، پروفیسر نظیر صدیقی، مشکور حسین یاد، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریاؔ، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ریاض تاثیر، سید ہاشم رضا، الطاف حسن قریشی، امجد اسلام امجد، سید شہاب دہلوی اور عطاء الحق قاسمی کے اعزاز میں تقاریب ہوئیں۔

اس طرح بہاول پور کے اہل قلم کو ملک گیر شہرت رکھنے والے شاعروں، ادیبوں، صحافیوں اور نقادوں کے ساتھ مل بیٹھنے کے مواقع میسر آئے۔

قلم قبیلہ:

جون 1979ء میں بہاول پور میں وجود میں آنے والی ادبی تنظیم قلم قبیلہ کو بہاول پور کی فروغ ادب کی تاریخ میں اہم مقام

حاصل ہے۔ یہ تنظیم گیارہ برس تک بہاول پور میں یادگار ادبی تقاریب کا اہتمام کرتی رہی۔قلم قبیلہ بہاول پور کے نامور اہل قلم نے قائم کی۔ ان میں طاہر محمود، ڈاکٹر نواز کاوش، منور جمیل قریشی، وقار عظیم صدیقی، پروفیسر منظور شاد، نیاز حسین لکھویرا، خورشید ناظر، افتخار قیصر شامل ہیں۔قلم قبیلہ کے اکثر اجلاس بہاول پور پریس کلب میں ہوتے تھے۔ ہفتہ وار تنقیدی اجلاسوں میں شعر اور نثر لکھنے والے اپنی تخلیقات پیش کرتے۔قلم قبیلہ کے چیرمین منور جمیل قریشی تھے۔مختلف اوقات میں وقار عزیز صدیق، افتخار قیصر، ڈاکٹر نواز کاوش اور طاہر محمود معتمد کے فرائض انجام دیتے رہے۔ 1985ء میں قلم قبیلہ نے سہ روزہ ظہور نظر کانفرنس منعقد کی جو 23 سے 25اکتوبر تک جاری رہا۔ یادگار کانفرنس میں بہاول پور کے علاوہ ملک کے دوسرے علاقوں سے تعلق رکھنے نامور اہل قلم نے شرکت کر کے ظہور نظر کوخراج پیش کیا۔ ان میں اکثر ظہور نظر کے قریبی دوست شامل تھے۔ جن ممتاز دانشوروں، ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں نے ظہور نظر کانفرنس میں شرکت کی ان میں احمد ندیم قاسمی، قتیل شفائی، منو بھائی، عطاء الحق قاسمی، امجد اسلام امجد، سعود اشعر، کشور ناہید، حمید اختر، محمد خالد اختر، عرش صدیقی اور طارق محمود شامل ہیں۔قلم قبیلہ کے تحت بہاول پور سرکٹ ہاؤس میں پہلا عالمی مشاعرہ ہوا جس کی صدارت کمشنر بہاول پور اور نامور اہل قلم مرتضیٰ برلاس نے کی۔ اس مشاعرہ میں ساٹھ سے زیادہ شاعروں نے کلام سنایا۔قلم قبیلہ نے منو بھائی، امجد اسلام امجد، عطاء الحق قاسمی، اعزاز احمد آذر، رشید احسن زیدی، سلیم کوثر، سعید وارثی، اقبال ساجد، اجمل نیازی، مرتضیٰ برلاس، ڈاکٹر طاہر تونسوی، عرش صدیقی اور معروف سرائیکی شاعر جانباز جتوئی کے اعزاز میں تقاریب منعقد کیں۔قلم قبیلہ کی ادبی سرگرمیوں کو ملک بھر کے نامور اہل قلم نے سراہا تھا اور اس تنظیم کو بہاول پور کی شناخت قرار دیا تھا۔

ادارہ تعمیر فکر:

1980ء میں پروفیسر سید قاسم جلال اور ریاض کامل نے ادبی تنظیم ''تعمیر فکر'' قائم کی۔ یہ ادبی تنظیم بھی ادبی سرگرمیوں میں تسلسل برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوئی۔ اس تنظیم کے تحت طرحی مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ متعدد ادبی تقاریب بھی ہوئیں جس میں بہاول پور کے سرکردہ شاعر اور نثر نگار شرکت کرتے تھے۔ اس کے ذریعہ نئے لکھنے والوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔

ایس ای کالج کے اردو کے استاد اور نامور شاعر سہیل اختر نے 1981ء میں علم فن کے نام سے ادبی تنظیم تشکیل دی۔ اس کے تحت خوبصورت ادبی نشستیں ہوئیں۔ ریڈیو پاکستان بہاول پور کے ای ڈی منیر سومرو کے اعزاز میں تقریب ہوئی۔ اس طرح نادر صحافی اور کالم نگار اقبال ساغر صدیقی کے ساتھ شام منائی گئی۔ بھارت سے تعلق والے نامور شاعر طلعت صدیقی بھی علم فن کے مہمان ہوئے۔ اس تنظیم کے تحت منصور عاقل، اشتیاق اظہر اور پروفیسر اسلم فیضی کے اعزاز میں ادبی تقاریب کا انعقاد ہوا۔ پروفیسر سہیل اختر کی اس ادبی تنظیم کے ہفت روزہ اجلاس ہوا کرتے تھے۔تنقیدی نشستیں اور مشاعرے باقاعدگی کے ساتھ منعقد کئے جاتے تھے۔

مجلس سخن:

نامور شاعر ادیب اور صحافی سید شہاب دہلوی کے صاحبزادے شاہد حسن رضوی اور نثر نگار قدرت اللہ شہزاد کے 1981ء میں بہاول پور میں ''مجلس سخن'' قائم کی۔ بعد میں منور عثانی اور فضل حمید احمد بھی اس کے عہدیدار رہے۔''مجلس سخن'' کے تحت نامور اہل قلم

اور بہاول پور کے سابق کمشنر سید ہاشم رضا کے ساتھ شام منائی گئی۔ سید شہاب دہلوی کے ساتھ بھی ''مجلس سخن'' نے شام منائی۔ اس کے علاوہ باقاعدگی سے ادبی نشستیں ہوتی تھیں، جن اہل قلم اپنی تازہ تخلیقات تنقید کے لئے پیش کرتے تھے، جبکہ مشاعروں بہاول پور کے علاوہ دوسرے شہروں کے شاعر شریک ہوتے تھے۔

بہاول پور کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بھی ادبی تنظیمیں قائم کی گئیں، جنہوں نے فروغ ادب کے علاوہ زیر تعلیم طلباء کو لکھنے کی ترغیب دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسلامیہ یونیورسٹی کے شعبہ اردوو اقبالیات نے ''مجلس اقبال'' قائم کی۔ شعبے کے دیگر اساتذہ ''مجلس اقبال'' کے عہدیدار رہے۔ جن میں یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی بنائے گئے۔ ''مجلس اقبال'' کے دوسرے اساتذہ بھی عہدیدار رہے۔ جن میں شفیق احمد، محمد سلیم لک اور میاں مشتاق احمد شامل ہیں۔ ''مجلس اقبال'' کے تحت باقاعدگی کے ساتھ ادبی تقاریب منعقد کی جاتی رہیں۔ تنقیدی نشستوں اور مشاعروں کے علاوہ توسیعی لیکچرز کا بھی اہتما کیا جاتا تھا۔ ''مجلس اقبال'' کے تحت علامہ اقبال کے فکر وفن سے متعلق ڈاکٹر خواجہ زکریا، ڈاکٹر اکرم شاہ، ڈاکٹر سلیم اختر، مرزا محمد منور اور پروفیسر تفرر الدین نے توسیعی لیکچر دیئے۔

1988ء میں ''مجلس اقبال'' نے کانفرنس منعقد کی، جس میں مشکور حسین یاد، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر وزیر آغا اور ڈاکٹر وحید قریشی شریک ہوئے۔ ''مجلس اقبال'' کی تقاریب میں جہاں اہل قلم کے مقالے، انشائیہ، غزلیں اور نظمیں پڑھتے تھے وہاں ادبی ذوق رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد ان ادبی تقاریب میں شریک ہوتی تھی۔ اسلامیہ یونیورسٹی میں 1981ء میں ہی ''مجلس سرائیکی ادب'' کا قیام عمل لایا گیا۔ ''مجلس سرائیکی ادب'' کے صدر یوسف لودھی اور سیکرٹری میاں مشتاق تھے۔ مجلس کے تحت جانباز جتوئی، شاکر شجاع آبادی، نقوی احمد پوری، اقبال سوکڑی، سفیر لاشاری، عزیز شاہد، ڈاکٹر نواز کاوش، ظفر لاشاری اور دوسرے شاعروں اور نثر نگاروں کے ساتھ شام منائی گئی۔

بہاول پور میں ادبی تنظیموں کے قیام کا سلسلہ اس وقت سے جاری ہے جب یہاں اخبارات اور رسائل شائع ہونا شروع ہوئے اور لوگوں تک شاعری اور نثر پہنچی۔ مشاعرے کی روایت کو بھی انہی ادبی تنظیموں نے فروغ دیا۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ ادبی رسائل کے ساتھ ادبی تنظیموں نے بہاول پور کو ادبی مرکز بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

بہاول پور میں جو دوسری تنظیمیں فروغ ادب کے لئے کام کرتی رہی ہیں ان میں حلقہ احباب ادب، چولستان فورم، شباب اکیڈمی، جرنلزم، سٹڈی سرکل، بہاول پور میموریل سوسائٹی، بزم وارث شاہ، بزم دلشوق، بزم نور، بزم ریاض رحمانی، سفارت سخن، بزم نقوی، کارواں ادب، رائٹرز فورم اور مجلس فکر وفن شامل ہیں۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ 1960ء میں ایک تنظیم قائم ہوئی جس کا نام انجمن انسداد شعرا تھا۔ اس انجمن کے بارے میں ڈاکٹر نواز کاوش لکھتے ہیں:

> ''اس کے صد ڈاکٹر نذیر ہاشمی، نائب صدر فرید احمد اور سیکرٹری ملک عبد اللہ عرفان تھے۔ اس انجمن کے مقاصد میں نام نہاد اور تک بند شاعروں کی حوصلہ شکنی کرنا تھی۔ اس زمانے میں شاعروں نے شاگردون کی ایک فوج بنا رکھی تھی

اور مشاعروں میں اپنے شاگردوں کے ساتھ شامل ہونا قابل فخر بات سمجھتے تھے۔ استاد شعراء کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ اس لئے شاگرد مل کر ان کی کفالت کرتے تھے۔ یہ شاگرد عموما شاعروں کی خدمت میں جت جاتے۔ ایسے شاعروں کی حوصلہ شکنی کے لئے انجمن انسداد شعراء قائم کی گئی۔ اس انجمن نے شاگردوں سے توبہ نامے لکھوائے کہ وہ آئندہ شاعری نہیں کریں گے۔ استاد شاعروں سے اس بات کا عہد لیا وہ شاگردوں کی فوج تیار نہیں کریں گے۔ آئندہ بھی اچھی شاعری کیا کریں گے۔ لمبی بحر میں شعر کہنے اور بے وزن شاعری کرنے پر جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ اس انجمن نے ایک کتے کا پلا پال رکھا تھا جس کا نام سخن فہم رکھا گیا تھا۔ یہ ہاتھ کے اشارے کو دیکھ کر بھونکتا تھا۔ مشاعروں میں سخن فہم بھی شریک ہوتا۔ اور جوں ہی کوئی شاعر بے وزن شعر پڑھتا یا لمبی بحر میں غزل پیش کرتا تو سخن فہم بھونکنا شروع کر دیتا۔''[۱۰]

بہاول پور میں بعض ادبی تنظیمیں ایسی بھی قائم ہوئیں جو پہلے سے موجود ادبی تنظیموں کے مقابلہ میں لائی گئیں۔ ایسی ہی ایک تنظیم کے بارے عبدالحمید ارشد نے لکھا ہے:

''''ارشد اکیڈمی'' کے مقابلہ میں اسی زمانہ میں مجید تمنا حیات میرٹھی اور روف پرویز کے تعاون سے ایک ''مجلس ادب'' بنائی گئی جس میں حبیب تلونڈی، ماسٹر عبدالرحمٰن آزاد، نقوی احمد پوری، حفیظ، عزیز وطنی، حیات اجمیری، حکیم بے تاب سہارن پوری، ارشد جالندھری، انعام اسعدی، شفیق جہال پوری، شیر محمد شیر، قاسم، خورشید میرٹھی، لودھراں، سمہ سٹہ، حاصل پور، چشتیاں، بہاول نگر اور ضلع ملتان کی بعض جگہوں کے شاعر شامل ہوتے تھے۔ اس بزم کے اکثر اجلاس یا تو حیات میرٹھی کے مکان پر ہوتے تھے یا سرکلر روڈ پر ہوشیار ٹینٹ ہاؤس میں ہوتے (جو پہلوانوں کا اکھاڑہ بھی تھا) ہمارے یہاں جو اجلاس ہوتے تھے ان میں معنوی ابلاغ ہوتا تھا لیکن جو اجلاس یہاں ہوتے تھے ان میں زیادہ تر شعر کے ظاہری اوصاف پر دھیان رکھا جاتا تھا۔ اور قافیے کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی یعنی ہمارے شعر برائے ابلاغ مضمون کی مثال تھے اور یہاں شعر برائے شعر کی اشاعت تھی یعنی ادب برائے زندگی کے مقابلہ میں ادب برائے ادب۔ اس لئے دونوں طرفوں کے اراکین الگ الگ اپنی مجالس میں جاتے اور اپنا کام کرتے۔ یہ بزم بھی مجید تمنا کے دم سے رہی، اس کے چلے جانے کے بعد فعال نہ رہ سکی۔ ہاں کچھ دن عزیز وطنی اور شائق وغیرہ نے اس کو سہارا دیا لیکن آخر الذکر کی وفات کے کے بعد بالکل ٹھپ ہوگئی۔''[۱۱]

بہاول پور میں ادب کی تاریخ کا ایک اہم ادبی تنظیمیں بھی رہی ہیں اور آج بھی جو ادبی تنظیمیں قائم ہیں وہ باغ ادب کی آبیاری کا فرض نبھا رہی ہیں۔ بہاول پور میں ادبی سرگرمیوں اور ادبی تنظیموں کے بارے میں ماجد قریشی لکھتے ہیں:

''تقسیم ملک کے بعد آنے والے ادیبوں اور شاعروں نے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے مشاعروں مجالس کا اہتمام شروع کر دیا۔ اور جوں جوں فعال افراد آتے گئے، یہ ادبی سرگرمیاں تیز تر ہونے لگیں۔ چنانچہ ''مجلس ادب'' کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور اس میں اقبال صدیقی، شہاب دہلوی، اور آثم بزمی بھی شامل ہوگئے۔ مجلس کے اجلاس شروع ہوئے اور تنقید وتبصرہ کے ذریعے مختلف مقامی فنکاروں کی تخلیقات کو بہتر سے بہترین بنانے کے لئے تنقید کی پہلی بنیاد

پڑی۔ اس مجلس کے سرگرم کارکنوں میں ولی اللہ اوحد، علی احمد رفعت ، دلشاد کلانچوی، عبدالحمید ارشد، خاور جسکانی، عبد الوحید، آفتاب احمد، محی الدین شاہ، نور الزماں اوج، معین الدین حادی بھی تھے۔ لیکن جلد ہی یہ انجمن انتشار کا شکار ہوگئی۔''۱۲

بہاول پور کی ادبی تنظیم کی تاریخ قابل رشک ہے۔ 1881ء سے لیکر اب تک کی ادبی تنظیموں پر نظر ڈالی جائے تو یہ ختم نہ ہونے والا سلسلہ دکھائی دیتا ہے اور ماضی میں تسلسل کے ساتھ ادبی تنظیمیں نامور اہل قلم کی کوششوں سے فروغ ادب کے لئے کام کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح بہاول پور میں بھی ادب کی ترقی میں ادبی انجمنوں کا حصہ نمایاں رہا ہے۔ یہاں ابتداء میں ادبی سرگرمیاں کس انداز میں جاری رکھی جاتی تھیں اور پھر ادبی تنظیموں نے کیا کردار ادا کیا۔ اس بارے میں سید مسعود حسن شہاب دہلوی کی رائے ہے:

''بہاول پور میں ادبی انجمنوں کی تاریخ تو بہت پرانی نہیں لیکن ایسی سماجی معاشرتی انجمنوں کا کافی قدیم سے سراغ ملتا ہے جو معاشرتی بہبود کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی رہی ہیں۔ اور ان کی وجہ سے اردو کے رواج اور مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے۔ پہلے ایسی انجمنوں کا نام نہیں رکھا جاتا تھا، بلکہ جہاں چند احباب کے مل بیٹھنے کی صورت پیدا ہوتی وہیں ایک بے نام انجمن کی داغ بیل پڑ جاتی۔ آپس میں میل ملاپ کا ذریعہ معاشرتی ضرورتیں ہی ہوتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ جب ہم خیال اور ہم مذاق لوگ ایک جگہ جمع ہوجائیں تو اپنے مذاق کی بات بھی کریں گے۔ اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ شعر وادب سے دلچسپی جو اس خطے کی قدیم روایات میں شامل ہے آپس میں ملنے کا ایک ذریعہ ہی ہوگا۔ بہاول پور کے کئی ایسے قدیم خاندانوں کا پتہ چلا ہے جن کے باہم گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور ان تعلقات میں ایک قدر مشترک ذوق شعر وسخن تھا۔'' ۱۳

بہاول پور میں ادبی تنظیمیں اس وقت کام کرنا شروع ہوئیں جب شعر وادب کی اشاعت کے ذرائع میسر آئے۔ بہاول پور شہر سے جہاں ادبی جرائد اور اخبارات کا اجراء ہوا تو ساتھ ہی ادبی سرگرمیوں کی بھی بنیاد قائم ہوگئی۔ اس کے کافی عرصہ بعد جب معروف شاعر عبدالحمید ملازمت کے سلسلہ میں بہاولنگر میں تھے تو انہوں نے ''لٹریری لیگ'' قائم کی۔ بہاولنگر میں اہل قلم موجود تھے، مگر کوئی ادبی تنظیم نہیں تھی۔ اس طرح بہاولنگر میں اس تنظیم کے توسط سے ادبی سرگرمیوں کا بھرپور طور پر آغاز ہوگیا۔ عبدالحمید ارشد رحیم یارخاں گئے تو انہوں نے وہاں بھی ''لٹریری لیگ'' کو فعال کیا اور اس طرح رحیم یارخاں میں بھی فروغ ادب کے لئے مؤثر پلیٹ فارم میسر آ گیا۔

بہاول پور کے علاوہ ڈویژن کے دوسرے علاقوں میں ادبی تنظیموں کے بارے میں ماجد قریشی نے یوں لکھا ہے:

''پاکستان بننے سے پہلے بیشتر ادبی سرگرمیوں کا مرکز صرف بہاول پور تھا یا پھر رحیم یاخاں کبھی کبھار کوئی مشاعرہ ہوجاتا تھا۔ مگر پاکستان کی تشکیل کے بعد دوسرے اضلاع میں بھی یہ سرگرمیاں نظر آنے لگیں۔ 25 اکتوبر 1957ء کو

بہاولنگر میں حلقہ تعمیر ادب کی بنیاد رکھی گئی، جس کے منتظمین میں معین الدین، حسن قریشی، نواب صلاح الدین محشر اور رحم شاہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح 1954ء کے دوران ہارون آباد میں حلقہ احباب ادب کی بنا ڈالی گئی، جس کے سر پرست مظہر شریف، جنرل سیکرٹری سید شمس الحسن جعفری اور صدر سید محمد کاظم تھے۔ اس کے بعد نومبر 1956ء میں ہارون آباد میں دائرہ ادب قائم ہوئی جس کے مستقل صدر راؤ عبد الرب، مستقل نائب صدر چوہدری مشتاق احمد اور مولوی احمد میاں اور جنرل سیکرٹری عارف عزیز ہیں۔'' [۱۴]

7 جون 1976ء میں بہاول نگر میں ایک ادبی تنظیم قائم ہوئی جس کا نام ''حلقہ ارباب ادب'' تھا۔ اس تنظیم کے صدر خاور وحید تھے۔ بعد میں سلیم شہزاد اور رشید ندیم صدارت کرتے رہے۔ اس تنظیم کے تحت کئی ادبی تقاریب ہوئیں یہاں کے اہل حلقہ ارباب ادب کی تنقیدی نشستوں اور مشاعروں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔

1976ء میں بہاولنگر میں ستلج ادبی سنگت کے نام سے ایک ادبی تنظیم قائم کی گئی۔ یہ ادبی تنظیم ظفر چشتی نے قائم کی۔ اس کے تحت نیلی بار کے نام سے ایک ادبی رسالہ بھی شائع کیا، ستلج ادبی سنگت نے بھی بہاولنگر میں ادبی سرگرمیوں کو وسعت دینے میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔

بہاولنگر کے شہر چشتیاں میں یکم جولائی 1976ء کو قلم قبیلہ کے نام سے ادبی تنظیم قائم کی گئی۔ اس کے چیئرمین سجاد محمود تھے۔ اس تنظیم نے جہاں اہل قلم کے ادب پاروں کو لوگوں تک پہنچانے میں کام کیا وہاں کئی نئے لکھنے والوں کو متعارف کراتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے علاوہ آرٹس کونسل قائم کی گئی۔ 1987ء میں قائم ہونے والی اس ادبی تنظیم کے چیرمین اظہر پیرزادہ تھے۔ سلیم شہزاد نے 1988ء میں ''پنجابی ادب سنگت'' قائم کی، اس تنظیم نے بہاولنگر کے اردو اور پنجابی اہل قلم کی حوصلہ افزائی کی۔

بہاول پور ڈویژن کے ضلع رحیم یار خاں میں بھی کئی علمی اور ادبی تنظیمیں قائم کی گئیں۔ جنہوں نے رحیم یارخاں اور ضلع کے دوسرے شہروں میں ادبی تقاریب کا اہتمام کیا۔ رحیم یارخاں میں ادبی تنظیموں کا آغاز 1936ء میں ''لٹریری لیگ'' سے ہوا۔ اور پھر یہ سفر جاری رہا۔ کئی اہل قلم نے اپنے ساتھیوں کی سرگرمیوں کو منظّم کرنے کے لئے ادبی انجمنیں قائم کیں۔

خان پور میں 4 جنوری 1957ء کو ''انجمن ترقی تعلیم'' قائم ہوئی، جس کے محرک اور سر پرست غلام محمد درانی، صدر شیخ محمد صدیق، جنرل سیکرٹری اسماعیل قریشی اور سیکرٹری نشرواشاعت ڈاکٹر مسعود احمد نقوی تھے۔ اس انجمن کے تحت ایک ہائی سکول قائم کیا گیا۔ وہ اب بھی کامیابی سے فروغ تعلیم میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اس انجمن کے ذریعے علمی سرگرمیوں کے علاوہ ادبی سرگرمیوں کو بھی فروغ دیا گیا۔

1956ء میں خان پور میں بھی ''انجمن فروغ اردو'' قائم ہوئی۔ یہ ادبی تنظیم غلام غوث، حسرت کاظمی، ندیم انبالوی اور منور نقوی نے قائم کی۔ انجمن فروغ اردو کے بانی صدر عزیز الدین تھے۔ اس کے بعد محمد میاں اور پھر نور محمد علوی صدر بنائے گئے۔ 1959ء میں اس کا شعبہ خواتین بھی قائم کیا گیا۔ 1960ء میں ''انجمن فروغ اردو'' کے زیر اہتمام کل پاکستان محفل مشاعرہ ہوئی۔ اس کی صدارت اس وقت کے رحیم یارخاں کے ڈپٹی کمشنر محمد محسن نے کی، بہاول پور میں انجمن کی ایک شاخ قائم ہوئی۔

''مجلس فکرادب''1970ء میں قائم ہوئی، اس کے تحت کئی ادبی نشستیں ہوئیں۔ اس کے ذریعے بھی اہل قلم کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ رحیم یارخاں میں بھی 1973ء میں ''حلقہ دوستاں'' کے نام سے ایک بزم وجود میں آئی۔ اس کے صدر ڈاکٹر عبدالحق اور سیکرٹری عظیم اشرف مقرر ہوئے۔ ''حلقہ دوستاں'' کے تحت بھی تنقیدی نشستیں اور مشاعرے ہوا کرتے تھے۔

1978ء میں ملک نذیر احمد کھلونے ''بزم یاران خلیق'' قائم کی۔ اس کے سیکرٹری رفعت شیخ تھے۔ بزم یاران خلیق کے زیر اہتمام مقامی ہوٹل میں کئی ایک ادبی تقاریب ہوئیں۔

پروفیسر احمد علی نے رحیم یارخاں میں 1978ء میں ''بزم فرید'' قائم کی جبکہ 1986ء میں ''بزم فیض'' کا قیام عمل میں آیا۔ ''بزم فیض'' نے رحیم یارخاں میں تنقیدی نشستوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک اور تنظیم ''بزم تحقیق وتذکر پاکستان'' 22دسمبر1988ء میں ''السحر و'' کے نام سے ادبی تنظیم قائم کی۔ یہ تنظیم کچھ عرصہ کام کرتی رہی۔ 1954ء میں عبدالرحمٰن آزاد کی قیادت میں رحیم یارخاں میں ادبی تنظیم ''کارواں ادب'' قائم ہوئی۔ یہ کافی عرصے تک ادبی تقاریب منعقد کرتی رہی۔

رحیم یارخاں کے شہر صادق آباد میں 1977ء میں ''مجلس اقبال'' کے نام سے ادبی تنظیم وجود میں آئی، جس کی سرپرستی منور وڑائچ، حکیم احمد حسن اور گوہر ملیسانی کو حاصل تھی۔

بہاول پور کے علاوہ ڈویژن کے دوسرے علاقوں میں ادبی تنظیموں کی سرگرمیوں سے ہر شہراور قصبہ میں ادبی سرگرمیاں وسعت اختیارکرتی رہیں اور دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے اہل قلم اور نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ ان ادبی تنظیموں کے ذریعے بہاول پور اور ملک کے دوسرے علاقوں سے تعلق رکھنے والے ادیب اور شاعروں کے ساتھ چھوٹے علاقوں کے اہل قلم کو مل بیٹھنے کا موقع ملا۔

بہاول پور کی ادبی تاریخ میں ادبی تنظیموں کا فروغ ادب میں کردار تسلیم شدہ ہے۔ اب تک جو ادبی تنظیمیں وجود میں آتی رہیں ہیں، انہوں نے ادبی تقاریب کا باقاعدگی سے انعقاد کیا۔ اور ان تنظیموں کی عملی طور پر اہمیت اور افادت تسلیم کرائی۔ ادبی جرائد کا جاری رکھنا انتہائی کٹھن کام ہے۔ بہاول پور میں کئی ادبی رسائل جاری ہوئے۔ بہاول پور کی ادبی تنظیموں کی اپنی الگ تاریخ ہے اور ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان میں کچھ تنظیموں کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل رہی لیکن بیشتر تنظیمیں اس سہولت سے محروم ہونے کے باجود کامیابی سے کام کرتی رہیں۔ ان انجمنوں کی بنیاد ممتاز اہل قلم نے رکھی اور انہوں نے فروغ ادب کے مقصد کے پیش نظر وسائل نہ ہونے کے باوجود اپنی ذمہ داریاں احسن طور پر انجام دیں۔ بہاول پور کی ادبی تنظیموں نے جو تقاریب منعقد کیں اور باقاعدگی کے ساتھ ادبی نشستوں کا اہتمام کیااس نے اہل قلم کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی۔ نئے لکھنے والوں کو راستہ دیا اور ادبی ذوق رکھنے والوں کو بھی ادبی تقاریب میں شرکت کا موقع دیا۔ دوسرے شعبوں کی طرح ادب کی دنیا میں ادبی تنظیموں کے کردار کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مستقبل میں بھی ایسی تنظیموں کے ذریعے ادبی تحریکیں کامیابی سے جاری رہیں گی اور ادب فروغ پاتا رہے گا۔

حوالہ جات

١۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی، بہاول پور، 1963ء، ص161

٢۔ محولہ بالا۔ص162

٣۔ محولہ بالا۔ص162

٤۔ ماجد قریشی، دبستان بہاول پور، ادارہ مطبوعات آفتاب مشرق، لاہور، ص74

٥۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ص165

٦۔ ماجد قریشی، دبستان بہاول پور، ادارہ مطبوعات آفتاب مشرق، لاہور، ص147-148

٧۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ص166

٨۔ پروفیسر شفیق احمد، مشمولہ سہ ماہی الزبیر، بہاول پور، شمارہ 1، 1984ء، ص356

٩۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ص159

١٠۔ ڈاکٹر نواز کاوش، بہاول پور کا ادب، ص296

١١۔ عبدالحمید ارشد، ادب کی ادبی محفلیں، مشمولہ سہ ماہی الزبیر بہاول پور کا شمارہ نمبر1، 1982ء، ص111

١٢۔ ماجد قریشی، دبستان بہاول پور، ادارہ مطبوعات آفتاب مشرق، لاہور، ص266

١٣۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ص161

١٤۔ ماجد قریشی، دبستان بہاول پور، ادارہ مطبوعات آفتاب مشرق، لاہور، ص273